فتاویٰ امن پوری (قسط ۲۸۱)

غلام مصطفیٰ ظہیر امن پوری

سوال: درج ذیل روایت کیسی ہے؟

❀ ابو بردہ بن ابی موسیٰ رحمہ اللہ سے مروی ہے:

دَخَلْتُ عَلٰی مُعَاوِیَةَ بْنِ أَبِي سُفْیَانَ، وَبِظَهْرِهٖ قَرْحَةٌ وَهُوَ یَتَأَوَّهُ مِنْهَا تَأَوُّهًا شَدِیدًا، فَقُلْتُ : أَکُلُّ هٰذَا مِنْ هٰذِهٖ؟، فَقَالَ : مَا یَسُرُّنِي أَنَّ هٰذَا التَّأَوُّهَ لَمْ یَکُنْ، ثُمَّ قَالَ : سَمِعْتُ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ یَقُولُ : مَا مِنْ مُسْلِمٍ یُصِیبُهٗ أَذًی فِي جَسَدِهٖ إِلَّا کَانَ کَفَّارَةً لِخَطَایَاهُ ، وَهٰذَا أَشَدُّ الْأَذٰی .

''میں سیدنا معاویہ بن ابی سفیان رضی اللہ عنہما کے ہاں گیا، آپ کی پیٹھ پر پھوڑا تھا، جس سے آپ بہت زیادہ کراہ رہے تھے، میں نے پوچھا: کیا اس پھوڑے سے کراہ رہے ہیں؟ کہنے لگے: میری یہ چاہت نہیں کہ یہ تکلیف نہ ہو، کیونکہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا ہے: مسلمان کو جسم میں جو بھی تکلیف پہنچتی ہے، وہ اس کے گناہوں کا کفارہ بن جاتی ہے۔ اور یہ بہت بڑا تکلیف ہے۔''

(المُعجم الکبیر للطّبراني : 842، المَرض والکفّارات لابن أبي الدّنیا : 161، تاریخ ابن عساکر : 45/26)

جواب: سند حسن ہے۔

سوال: درج ذیل روایت کا مفہوم کیا ہے؟

❁ سیدنا حذیفہ بن یمان رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

فِي أَصْحَابِي اثْنَا عَشَرَ مُنَافِقًا، فِيهِمْ ثَمَانِيَةٌ لَا يَدْخُلُونَ الْجَنَّةَ حَتّٰى يَلِجَ الْجَمَلُ فِي سَمِّ الْخِيَاطِ، ثَمَانِيَةٌ مِنْهُمْ تَكْفِيكَهُمُ الدُّبَيْلَةُ .

''میری طرف منسوب لوگوں میں سے بارہ منافق ہوں گے، ان میں آٹھ جنت میں داخل نہیں ہوں گے، تا آنکہ اونٹ سوئی کے ناکے سے گزر جائے، آٹھ منافقوں کی موت ''دبیلہ'' (زہریلا پھوڑا) سے ہوگی۔''

(صحیح مسلم: 2779)

جواب: اس حدیث میں ''اصحابی'' کا لفظ وارد ہوا ہے اور ہم نے اس کا ترجمہ میری طرف منسوب لوگ کیا ہے، کیونکہ عربی زبان میں ''صاحب'' کئی معانی کے لیے مستعمل ہے، یہ امتی کے معنی میں بھی ہے، اسی طرح پیروکار کے معنی میں بھی استعمال ہوا ہے، جیسا کہ اصحاب ابی حنیفہ، اصحاب مالک، اصحاب شافعی وغیرہ کہا جاتا ہے، تو اس سے مراد ان کے مذہب پر چلنے والا طائفہ اور گروہ ہوتا ہے، دوسرے یہ ایک روایت میں صریح طور پر امتی کا لفظ بھی وارد ہوا ہے۔

لہٰذا حدیث میں ''اصحابی'' کے دو معانی ہو سکتے ہیں؛

① میری اُمت کے کچھ لوگ۔

② میرے ساتھ رہنے والے منافق لوگ، جو خود کو مسلمان ظاہر کرتے ہیں، مگر ان کا نفاق اور کفران کے دلوں میں ہے۔

ان سے مراد وہ خالص الایمان صحابہ نہیں۔ کیونکہ صحابی کی تعریف ہی یہ ہے کہ جو ایمان کی حالت میں نبی کریم ﷺ کی زیارت کرے اور ایمان پر ہی فوت ہو۔ صحابی کبھی منافق نہیں ہوسکتا اور منافق کبھی صحابی نہیں ہوسکتا۔

حدیث میں جو منافقین کو ''اصحابی'' کہا گیا، اس سے مراد یہ ہے کہ وہ زمرۂ صحابہ میں سے ہیں، خود کو نبی کریم ﷺ کا ساتھ ظاہر کرتے ہیں، مگر حقیقت میں کافر ہی ہیں۔

اس کی مثال یوں لیجیے کہ اللہ تعالیٰ نے فرشتوں کو حکم دیا کہ آدم علیہ السلام کو سجدہ کرو، مگر ابلیس نے انکار کر دیا، اب اس کا یہ مطلب نہیں کہ ابلیس فرشتوں میں سے تھا، بلکہ یہ مطلب ہوگا کہ فرشتوں کے زمرے میں داخل تھا۔

اسی طرح بارہ منافقین بھی حقیقی صحابہ میں سے نہیں ہیں، بلکہ زمرۂ صحابہ میں سے ہیں۔

سوال: کیا سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ نے بغض علی رضی اللہ عنہ میں تلبیہ کہنے سے منع کیا تھا؟

جواب: ایسا کچھ ثابت نہیں۔

❀ سعید بن جبیر رحمہ اللہ سے مروی ہے:

كُنْتُ مَعَ ابْنِ عَبَّاسٍ، بِعَرَفَاتٍ، فَقَالَ : مَا لِي لَا أَسْمَعُ النَّاسَ يُلَبُّونَ؟ قُلْتُ : يَخَافُونَ مِنْ مُعَاوِيَةَ، فَخَرَجَ ابْنُ عَبَّاسٍ مِنْ فُسْطَاطِهِ، فَقَالَ : لَبَّيْكَ اللّٰهُمَّ لَبَّيْكَ، لَبَّيْكَ فَإِنَّهُمْ قَدْ تَرَكُوا السُّنَّةَ مِنْ بُغْضِ عَلِيٍّ .

''عرفات میں سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کے ہمراہ تھا۔ فرمانے لگے: لوگ تلبیہ کہتے سنائی نہیں دے رہے؟ عرض کیا: سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ سے ڈرتے ہیں۔ سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فوراً خیمے سے نکلے اور تلبیہ پکارنے لگے اور

فرمانے لگے: ان لوگوں نے بغض علی رضی اللہ عنہ میں سنت ترک کر دی۔''

(سنن النّسائي : 3006)

❁ دوسری روایت میں ہے:

لَبَّيْكَ اللّٰهُمَّ لَبَّيْكَ وَإِنْ رَغِمَ أَنْفُ مُعَاوِيَةَ اللّٰهُمَّ الْعَنْهُمْ فَقَدْ تَرَكُوا السُّنَّةَ مِنْ بُغْضِ عَلِيٍّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ .

''اللہ! گو معاویہ کو برا لگے، (میں) لَبَّيْكَ اللّٰهُمَّ لَبَّيْكَ 'حاضر ہوں' (کہتا ہوں)۔ اللہ! ان پر لعنت کا کوڑا برسا، انہوں نے سیدنا علی رضی اللہ عنہ سے بغض و عناد کی وجہ سے سنت نبوی ترک کر دی ہے۔''

(السّنن الکبریٰ للبیهقي : 9447)

سند ''ضعیف'' ہے۔ خالد بن مخلد قطوانی کی روایت اہل کوفہ سے ''ضعیف'' ہوتی ہے۔ ابوالحسن صالح بن علی ''کوفی'' ہے۔ یہ جرح مفسر ہے۔

❁ علامہ ابن رجب رحمہ اللہ (۷۹۵ھ) نقل کرتے ہیں:

ذَكَرَ الْغُلَابِيُّ فِي تَارِيخِهٖ، قَالَ : الْقُطْوَانِيُّ يُؤْخَذُ عَنْهُ مَشْيَخَةُ الْمَدِينَةِ، وَابْنُ بِلَالٍ فَقَطْ .

امام مفضل بن غسان غلابی رحمہ اللہ (۲۴۶ھ) نے اپنی تاریخ میں ذکر کیا ہے: قطوانی کی وہی روایت قبول ہے، جو انہوں نے اہل مدینہ اور سلیمان بن بلال سے لی ہو۔''

(شرح علل التّرمذي : 775/2)

سوال: کیا اکیلے شخص کے لیے اذان دینا واجب ہے؟

(جواب): واجب نہیں۔

(سوال): اقامت سے پہلے درود پڑھنا کیسا ہے؟

(جواب): اقامت سے پہلے درود بدعت ہے، شریعت محمدیہ علی صاحبہا الصلوۃ والسلام میں اس کی کوئی اصل نہیں۔ صحابہ کرام، تابعین عظام، تبع تابعین اور ائمہ اسلام سے اس کا ثبوت نہیں ملتا۔

❀ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے منسوب ہے:

كَانَ بِلَالٌ إِذَا أَرَادَ أَنْ يُقِيمَ الصَّلَاةَ قَالَ : السَّلَامُ عَلَيْكَ أَيُّهَا النَّبِيُّ وَرَحْمَةُ اللّٰهِ وَبَرَكَاتُهُ، الصَّلَاةَ رَحِمَكَ اللّٰهُ .

''سیدنا بلال رضی اللہ عنہ جب نماز کی اقامت کا ارادہ کرتے، تو کہتے: اے نبی! آپ پر سلام ہو، اللہ کی رحمت و برکات ہوں، اللہ رحمت کرے، نماز کا وقت ہو گیا ہے۔''

(المُعجم الأوسط للطّبراني : 8910)

سند باطل ہے۔

① عبداللہ بن محمد بن مغیرہ ''ضعیف، متروک ومنکر الحدیث'' ہے۔

② مقدام بن داود رعینی ''ضعیف'' ہے۔

③ کامل ابوالعلاء کی بعض روایات منکر ہیں۔

یاد رہے کہ بدعت رنگ بدلتی ہے۔ زمان و مکان کے ساتھ اس میں تبدیلیاں رونما ہوتی رہتی ہیں۔ سنت کا امتیاز ہے کہ اس کا رنگ ہر جگہ ایک ہوتا ہے، کیوں کہ سنت نام ہے پیروی کا اور بدعت خانہ ساز ہوتی ہے، اس لئے لوگ اپنے علاقے اور دور کے اعتبار سے اس میں تبدیلیاں کرتے رہتے ہیں۔

❀ علامہ ابن الحاج رحمہ اللہ (۷۳۷ھ) لکھتے ہیں:

اَلصَّلَاةُ وَالتَّسْلِيمُ عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَحْدَثُوهَا فِي أَرْبَعَةِ مَوَاضِعَ؛ لَمْ تَكُنْ تُفْعَلُ فِيهَا فِي عَهْدِ مَنْ مَّضٰى، وَالْخَيْرُ كُلُّهٗ فِي الْاِتِّبَاعِ لَهُمْ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ --- وَالصَّلَاةُ وَالتَّسْلِيمُ عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ؛ لَا يَشُكُّ مُسْلِمٌ أَنَّهَا مِنْ أَكْبَرِ الْعِبَادَاتِ وَأَجَلِّهَا، وَإِنْ كَانَ ذِكْرُ اللّٰهِ تَعَالٰى وَالصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَسَنًا، سِرًّا وَّعَلَنًا، لٰكِنْ لَّيْسَ لَنَا أَنْ نَّضَعَ الْعِبَادَاتِ إِلَّا فِي مَوَاضِعِهَا الَّتِي وَضَعَهَا الشَّارِعُ فِيهَا، وَمَضٰى عَلَيْهَا سَلَفُ الْأُمَّةِ.

''جہاں صحابہ، تابعین اور ائمہ دین درود نہیں پڑھتے تھے، انہوں نے ایسے چار مقامات پر درود پڑھنے کی بدعت جاری کی ہے۔ تمام بھلائی اسلافِ امت کی پیروی میں ہے۔......کوئی مسلمان شک نہیں کرسکتا کہ نبی اکرم ﷺ پر درود و سلام بہت عظیم اور جلیل القدر عبادت ہے، ذکر الٰہی اور درود وسلام سری اور علانیہ دونوں طرح سے نیکی ہے، لیکن ہمارے لیے یہ جائز نہیں کہ عبادات کو ایسے مقامات سے ہٹا دیں، جن میں شارع علیہ السلام نے انہیں رکھا ہے اور جن میں اسلافِ امت انہیں بجالاتے تھے۔''

(المَدخل: 2/249، 250)

دین اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے فرمودات و ارشادات کا نام ہے، اعمال کی قبولیت کے لیے بنیادی شرط قرآن وسنت کی پیروی ہے۔ درود وسلام کے لئے وہی طریق

اپنانا ضروری ہے، جو نبی اکرم ﷺ سے منقول ہو۔ اس سے ہٹ کر کوئی بھی طریقہ اسے بدعت بنا دے گا۔

❀ نافع بن جبیر رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں:

عَطَسَ رَجُلٌ إِلٰى جَنْبِ ابْنِ عُمَرَ، فَقَالَ : الْحَمْدُ لِلّٰهِ وَالسَّلَامُ عَلٰى رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَقَالَ ابْنُ عُمَرَ : وَأَنَا أَقُولُ : الْحَمْدُ لِلّٰهِ وَالسَّلَامُ عَلٰى رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَلٰكِنْ لَّيْسَ هٰكَذَا أَمَرَنَا رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنْ نَّقُولَ : إِذَا عَطَسْنَا؛ أَمَرَنَا أَنْ نَّقُولَ : الْحَمْدُ لِلّٰهِ عَلٰى كُلِّ حَالٍ .

''سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کے پہلو میں ایک شخص نے چھینک لی اور کہا:
اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ وَالسَّلَامُ عَلٰى رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
''تمام تعریفیں اللہ کے لیے ہیں اور رسول اللہ ﷺ پر سلام ہو۔'' سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے فرمایا: میں بھی اللہ کی تعریف کرتا اور رسول اللہ ﷺ پر سلام بھیجتا ہوں، لیکن رسول اللہ ﷺ نے ہمیں یوں نہیں سکھایا، بلکہ آپ ﷺ نے چھینک کے وقت یہ دُعا سکھائی ہے: الْحَمْدُ لِلّٰهِ عَلٰى كُلِّ حَالٍ ''ہر حال میں ساری کی ساری تعریفیں اللہ کے لیے ہیں۔''

(سنن التّرمذي : 2738، مسند الحارث : 1853، المستدرك للحاكم : 265/4، شُعَب الإيمان للبيهقي : 8884، وسندهٗ حسنٌ)

امام حاکم رحمہ اللہ نے اسے ''صحیح الاسناد'' اور حافظ ذہبی رحمہ اللہ نے ''صحیح'' کہا ہے۔ مسند شامیین للطبرانی (۳۲۳) میں ''حسن'' سند کے ساتھ اس کا ایک شاہد ہے۔

❁ علامہ سیوطی رحمہ اللہ (۹۱۱ھ) کہتے ہیں:

لِأَنَّ الْعُطَاسَ وَرَدَ فِيهِ ذِكْرٌ يَّخُصُّهٗ، فَالْعُدُولُ إِلٰى غَيْرِهٖ أَوِ الزِّيَادَةُ فِيهِ؛ عُدُولٌ عَنِ الْمَشْرُوعِ وَزِيَادَةٌ عَلَيْهِ، وَذٰلِكَ بِدْعَةٌ وَّمَذْمُومٌ.

''چھینک کے بارے میں خاص ذکر وارد ہوا ہے، لہٰذا کوئی اور ذکر کرنا یا اس میں اپنی طرف سے اضافہ کرنا شریعت کے طریقے سے انحراف اور اس میں اضافہ کی کوشش ہے۔ یہ کام بدعت اور قابل مذمت ہے۔''

(الحاوي للفتاوي :1/254-255)

علامہ شاطبی رحمہ اللہ (م:۷۹۰ھ) لکھتے ہیں:

لَوْ كَانَ دَلِيلًا عَلَيْهِ لَمْ يَعْزُبْ عَنْ فَهْمِ الصَّحَابَةِ وَالتَّابِعِينَ، ثُمَّ يَفْهَمُهٗ هٰؤُلَاءِ، فَعَمَلُ الْأَوَّلِينَ كَيْفَ كَانَ مُصَادِمٌ لِّمُقْتَضٰى هٰذَا الْمَفْهُومِ وَمُعَارِضٌ لَّهٗ، وَلَوْ كَانَ تَرْكُ الْعَمَلِ فَمَا عَمِلَ بِهِ الْمُتَأَخِّرُونَ مِنْ هٰذَا الْقِسْمِ مُخَالِفٌ لِّإِجْمَاعِ الْأَوَّلِينَ، وَكُلُّ مَنْ خَالَفَ الْإِجْمَاعَ فَهُوَ مُخْطِیءٌ، وَأُمَّةُ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا تَجْتَمِعُ عَلٰى ضَلَالَةٍ، فَمَا كَانُوا عَلَيْهِ مِنْ فِعْلٍ أَوْ تَرْكٍ فَهُوَ السُّنَّةُ وَالْأَمْرُ الْمُعْتَبَرُ، وَهُوَ الْهُدٰى، وَلَيْسَ ثَمَّ إِلَّا

صَوَابٌ أَوْ خَطَأٌ، فَكُلُّ مَنْ خَالَفَ السَّلَفَ الْأَوَّلِينَ فَهُوَ عَلٰى خَطَأٍ، وَهٰذَا كَافٍ.

''اس پر کوئی دلیل ہوتی، تو اس کا فہم صحابہ و تابعین سے غائب رہ جانا ممکن نہیں تھا، کہ بعد والے اسے سمجھتے۔سلف نے اگر کوئی عمل چھوڑا تو وہ دلیل کے درست مفہوم سے نابلد ہونے کی بنا پر نہیں چھوڑا ہے، بلکہ وہ دلیل کے صحیح مفہوم سے واقف تھے، متاخرین میں سلف کا مخالف عمل اگر آ گیا ہے تو وہ سلف کے اجماع کے خلاف ہونے کی وجہ سے مردود ہوگا۔امت محمدیہ علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام گمراہی پر جمع نہیں ہوسکتی، لہٰذا سلف جس کام کے کرنے یا چھوڑنے پر متفق ہوں، وہی سنت اور معتبر ہے اور وہی ہدایت ہے۔کسی کام میں دو ہی احتمال ہوتے ہیں، درستی یا خطا اور سلف کی مخالفت کرنے والا یقیناً خطا کار ہے۔''

(المُوافَقات : 72/3)

۞ مزید لکھتے ہیں:

لَا تَجِدُ مُبْتَدِعًا مِّمَّنْ يَّنْسِبُ إِلَى الْمِلَّةِ إِلَّا وَهُوَ يَسْتَشْهِدُ عَلٰى بِدْعَتِهٖ بِدَلِيلٍ شَرْعِيٍّ، فَيُنْزِلُهٗ عَلٰى مَا وَافَقَ عَقْلَهٗ وَشَهْوَتَهٗ.

''آپ اسلام کی طرف منسوب ہر بدعتی کو دیکھیں گے کہ وہ اپنی بدعت پر دلیل شرعی سے استدلال کرتا ہے، پھر اسے اپنی عقل وخواہش کے مطابق ڈھال لیتا ہے۔''

(الاعتصام : 134/1)

سوال: کیا نماز میں قیام کے وقت ہاتھ چھوڑنا جائز ہے؟

جواب: ہاتھ چھوڑ کر نماز پڑھنا جائز نہیں، نبی کریم ﷺ ہاتھ باندھ کر نماز پڑھتے

تھے۔صحابہ وتابعین سمیت تمام مسلمانوں کا اسی پرعمل ہے۔

❁ رسول اللہ ﷺ کا ارشاد گرامی ہے:

صَلُّوا كَمَا رَأَيْتُمُونِي أُصَلِّي .

''میرے طریقے کے مطابق نماز پڑھو۔''

(صحيح البخاري :631)

① سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

إِنَّا مَعْشَرَ الْأَنْبِيَاءِ أُمِرْنَا أَنْ نُؤَخِّرَ سُحُورَنَا، وَنُعَجِّلَ فِطْرَنَا، وَأَنْ نُمْسِكَ بِأَيْمَانِنَا عَلٰى شَمَائِلِنَا فِي صَلَاتِنَا .

''ہم انبیا کو حکم دیا گیا کہ ہم سحری میں تاخیر کریں اور افطاری میں جلدی کریں، نیز (حکم دیا گیا کہ) ہم نماز میں دایاں ہاتھ بائیں ہاتھ پر باندھیں۔''

(المعجم الكبير للطبراني :11/199، وسندهٗ صحيحٌ)

امام ابن حبان رحمہ اللہ (۱۷۷۰) نے اس حدیث کو صحیح قرار دیا ہے۔

✿ حافظ سیوطی رحمہ اللہ نے اس کی سند کو ''صحیح'' کہا ہے۔

(تنوير الحوالك :1/133)

نبی کریم ﷺ نے اپنی طرح نماز پڑھنے کا حکم دیا ہے۔تمام انبیائے کرام علیہم السلام نماز میں ہاتھ باندھتے تھے۔نبی کریم ﷺ سے ہاتھ چھوڑ کر نماز پڑھنا قطعا ثابت نہیں۔

② سیدنا وائل بن حجر رضی اللہ عنہ نبی کریم ﷺ کی نماز کا طریقہ بیان کرتے ہیں:

ثُمَّ وَضَعَ يَدَهُ الْيُمْنٰى عَلَى الْيُسْرٰى .

''پھر آپ ﷺ نے اپنا دایاں ہاتھ بائیں ہاتھ پر باندھا۔''

(صحيح مسلم :401)

❀ نیز بیان کرتے ہیں:

ثُمَّ وَضَعَ يَدَهُ الْيُمْنٰى عَلٰى ظَهْرِ كَفِّهِ الْيُسْرٰى وَالرُّسْغِ وَالسَّاعِدِ .

''پھر آپ ﷺ نے اپنا دایاں ہاتھ بائیں ہاتھ کی ہتھیلی، گٹ اور بازو پر رکھا۔''

(مسند أحمد : 318/4، سنن أبي داود : 727، سنن النسائي : 890، وسندهٗ صحيحٌ)

③ سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

مَرَّ بِيَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَأَنَا وَاضِعٌ يَدِي الْيُسْرٰى عَلَى الْيُمْنٰى فَأَخَذَ بِيَدِي الْيُمْنٰى فَوَضَعَهَا عَلَى الْيُسْرٰى .

''نبی کریم ﷺ میرے پاس سے گزرے، میں نے (نماز میں) اپنا بایاں ہاتھ دائیں پر باندھا ہوا تھا، تو آپ ﷺ نے میرا دایاں ہاتھ پکڑ کر بائیں پر رکھ دیا۔''

(سنن أبي داود : 755، سنن النسائي : 889، سنن ابن ماجه :811، وسندهٗ حسنٌ)

❀ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے اس کی سند کو ''حسن'' کہا ہے۔

(فتح الباري : 224/2)

④ سیدنا سہل بن سعد رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

كَانَ النَّاسُ يُؤْمَرُونَ أَنْ يَضَعَ الرَّجُلُ الْيَدَ الْيُمْنٰى عَلٰى ذِرَاعِهِ الْيُسْرٰى فِي الصَّلَاةِ .

''صحابہ کو حکم دیا جاتا تھا کہ آدمی نماز میں اپنا دایاں ہاتھ بائیں بازو پر رکھے۔''

(صحيح البخاري : 740)

⑤ سیدنا ہلب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

رَأَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَنْصَرِفُ عَنْ يَمِينِهِ وَعَنْ يَسَارِهِ، وَرَأَيْتُهُ يَضَعُ هٰذِهِ عَلٰى صَدْرِهِ، وَوَصَفَ يَحْيَى الْيُمْنٰى عَلَى الْيُسْرٰى فَوْقَ الْمَفْصَلِ .

''میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ (سلام کے بعد) آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی دائیں اور بائیں دونوں جانب پھرتے تھے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ آپ ہاتھ اپنے سینے پر رکھتے تھے، راویٔ حدیث یحییٰ بن سعید قطان رحمہ اللہ نے یہ طریقہ بیان کیا کہ اپنے دائیں ہاتھ کو بائیں ہاتھ کے جوڑ کے اوپر رکھا۔''

(مسند الإمام أحمد : 226/5، التحقيق لابن الجوزي : 338/1، جامع المسانيد والسنن للحافظ ابن كثير : 12/296-297، ح : 9693، وسندهٗ حسنٌ)

⑥ ابن جریر ضبی رحمہ اللہ اپنے والد سے بیان کرتے ہیں کہ انہوں نے کہا:

رَأَيْتُ عَلِيًّا يُمْسِكُ شِمَالَهٗ بِيَمِينِهٖ عَلَى الرُّسَغِ فَوْقَ السُّرَّةِ .

''میں نے سیدنا علی رضی اللہ عنہ کو دیکھا کہ انہوں نے اپنے دائیں ہاتھ سے بائیں کو گٹی سے پکڑ کر انہیں ناف سے اوپر رکھا ہوا تھا۔''

(سنن أبي داود : 757، وسندهٗ حسنٌ)

امام بیہقی رحمہ اللہ (۲/۳۰) اور حافظ ابن حجر رحمہ اللہ (تغلیق التعلیق : ۲/۴۴۳) نے اس کی سند کو ''حسن'' کہا ہے۔ اس کا راوی ابوبدر شجاع بن ولید جمہور کے نزدیک ثقہ ہے۔

روافض ہاتھ چھوڑ کر نماز پڑھتے ہیں۔ وہ یہ بتائیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور سیدنا علی رضی اللہ عنہ کے عمل کو کیوں نہیں لیتے ؟

❁ امام ابن منذر رحمہ اللہ (۳۱۹ھ) فرماتے ہیں:

قَدْ ثَبَتَ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَأْخُذُ شِمَالَهٗ بِيَمِينِهٖ إِذَا دَخَلَ فِي الصَّلَاةِ، وَكَذَا نَقُولُ، وَمِمَّنْ رَأٰى أَنْ تُوضَعَ الْيُمْنٰى عَلَى الْيُسْرٰى فِي الصَّلَاةِ مَالِكُ بْنُ أَنَسٍ، وَأَحْمَدُ، وَإِسْحَاقُ، وَحُكِيَ ذٰلِكَ عَنِ الشَّافِعِيِّ .

''نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہے کہ آپ نماز میں داخل ہوتے، تو دائیں ہاتھ مبارک سے بائیں کو پکڑ لیتے تھے، ہم بھی اس کے قائل ہیں۔ امام مالک، امام احمد، امام اسحاق بن راہویہ اور امام شافعی رحمہم اللہ سے یہی منقول ہے۔''

(الأوسط : 92/3)

❁ علامہ ابن عبدالبر رحمہ اللہ (۴۶۳ھ) فرماتے ہیں:

لَمْ تَخْتَلِفِ الْآثَارِ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي هٰذَا الْبَابِ .

''اس (ہاتھ باندھنے) کے بارے میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے مروی روایات میں کوئی اختلاف نہیں۔''

(التمهيد لما في المؤطإ من المَعاني والأسانيد : 74/20)

تنبیہ:

❁ عمرو بن دینار رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں:

كَانَ ابْنُ الزُّبَيْرِ إِذَا قَامَ فِي الصَّلَاةِ أَرْخٰى يَدَيْهِ .

''عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما جب نماز میں کھڑے ہوتے، تو ہاتھوں کو چھوڑتے۔''

(مصنف ابن أبي شيبة : 391/1، طبقات المحدثين الواردين بأصبهان لأبي الشيخ

الأصبهاني : 200/2، وسندهٗ صحیحٌ)

اس اثر کا یہ مطلب ہوسکتا ہے کہ تکبیر تحریمہ کے بعد ہاتھوں کو چھوڑ دیتے، پھر باندھ لیتے۔ یہ بھی ہوسکتا ہے کہ آپ رضی اللہ عنہ قیام میں ہاتھوں کو چھوڑتے ہوں۔تو یہ آپ کا اجتہاد ہے۔ جو کہ درست نہیں، نہ ہی قابل عمل ہے۔اس طرح آپ کا یہ اجتہاد احادیث صحیحہ ثابتہ اور آثار صحابہ کے موافق نہیں۔ لہٰذا جس عمل پر صحیح حدیث سے دلیل نہ ہو، نیز اس میں دوسرے معنی کا احتمال بھی ہو، اسے کیونکر اختیار کیا جا سکتا ہے۔ نیز اہل جتہاد کے سارے کے سارے اجتہادات قابل عمل نہیں۔ مجتہدین کو درست اجتہاد کی صورت میں دوہرا اور اجتہادی خطا پر اکہرا اجر ملتا ہے،لیکن کسی اور کے لیے اجتہادی خطا پرعمل کرنا جائز نہیں۔

عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے بارے میں آتا ہے کہ آپ رکوع میں تطبیق (رکوع میں ہتھیلیاں جوڑ کر دونوں گھٹنوں کے درمیان رکھنا) کرتے تھے۔

(صحيح مسلم : 534)

سیدنا ابوطلحہ انصاری رضی اللہ عنہ روزے کی حالت میں اولے کھانا جائز سمجھتے تھے۔

(مسند الإمام أحمد : 13971، وسندهٗ صحيحٌ)

سیدنا سمرہ بن جندب رضی اللہ عنہ سے شراب کی بیع ثابت ہے۔

(صحيح البخاري : 2223، صحيح مسلم : 1582)

سیدنا عثمان بن عفان، سیدنا علی بن ابی طالب، سیدنا زبیر بن عوام، طلحہ بن عبید اللہ وغیرہم رضی اللہ عنہم کہتے تھے کہ بیوی سے مجامعت کی، انزال نہ ہوا، تو غسل واجب نہیں۔

(صحيح البخاري : 292، صحيح مسلم : 347)

کسی کی علمی یا اجتہادی خطا ہمارے لیے حجت نہیں۔

تنبیہ:

❁ سیدنا معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا كَانَ فِي صَلَاتِهٖ رَفَعَ يَدَيْهِ قُبَالَةَ أُذُنَيْهِ، فَإِذَا كَبَّرَ أَرْسَلَهُمَا ثُمَّ سَكَتَ، وَرُبَّمَا رَأَيْتُهٗ يَضَعُ يَمِينَهٗ عَلٰى يَسَارِهٖ، فَإِذَا فَرَغَ مِنْ فَاتِحَةِ الْكِتَابِ سَكَتَ .

''نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم جب نماز میں داخل ہوتے، تو کانوں کے برابر ہاتھ اٹھاتے، جب تکبیر تحریمہ کہتے، تو دونوں ہاتھوں کو چھوڑ دیتے، پھر سکتہ کرتے، کبھی کبھی میں دیکھتا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم دائیں ہاتھ کو بائیں ہاتھ پر رکھتے، جب فاتحہ کی قرأت سے فارغ ہوتے، تو سکتہ کرتے۔''

(المعجم الكبير للطبراني : 74/20)

سند جھوٹی ہے۔ نصیب بن جحدر بالاتفاق ''متروک و کذاب'' ہے۔

(سوال): درج ذیل روایت کیسی ہے؟

❁ منقول ہے:

مَنْ قَرَأَ فِي الْفَجْرِ بِأَلَمْ نَشْرَحْ وَأَلَمْ تَرَ كَيْفَ لَمْ يَرْمَدْ .

''جو فجر میں سورت انشراح اور سورت فیل کی تلاوت کرے، اس کی آنکھوں میں کبھی درد نہیں ہوگا۔''

(جواب): جھوٹی بے سند روایت ہے۔

❁ حافظ سخاوی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

لَا أَصْلَ لَهٗ .

''بے اصل روایت ہے۔''

(المَقاصد الحَسنة : 1162)

سوال: درج ذیل روایت کی سند کیسی ہے؟

❁ سیدنا معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ سے مروی ہے:

كَانَ يُمَكِّنُ جَبْهَتَهٗ وَأَنْفَهٗ مِنَ الْأَرْضِ، ثُمَّ يَقُومُ كَأَنَّهُ السَّهْمُ لَا يَعْتَمِدُ عَلٰى يَدَيْهِ .

''نبی کریم ﷺ (سجدہ میں) پیشانی اور ناک زمین پر ٹکاتے، پھر تیر کی طرح (سیدھا) کھڑے ہو جاتے، ہاتھوں سے (زمین پر) ٹیک نہیں لگاتے تھے۔''

(المُعجم الكبير للطّبراني : 139)

جواب: جھوٹی روایت ہے۔

① خصیب بن جحدر ''کذاب'' ہے۔

② نعمان بن نعیم ''مجہول'' ہے۔

③ محبوب بن حسن قرشی ''ضعیف'' ہے۔

یہ دیگر صحیح احادیث کے بھی خلاف ہے۔ نبی کریم ﷺ دوسرے سجدہ سے فارغ ہوتے، تو اگلی رکعت کے لیے کھڑا ہونے سے پہلے لحہ بھر کے لیے اطمینان سے بیٹھ جاتے، پھر کھڑے ہوتے تھے۔ نبی کریم ﷺ کا یہی طریقہ ہے اور اسی کی آپ ﷺ نے تعلیم دی۔

❁ سیدنا مالک بن حویرث رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

رَأَى النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُصَلِّي، فَإِذَا كَانَ فِي وِتْرٍ

مِّنْ صَلَاتِهٖ لَمْ يَنْهَضْ حَتّٰى يَسْتَوِيَ قَاعِدًا .

''میں نے نبی کریم ﷺ کو نماز پڑھتے دیکھا، جب آپ طاق رکعت میں ہوتے، تو اس وقت تک کھڑے نہ ہوتے، جب تک سیدھے ہو کر بیٹھ نہ جاتے۔''

(صحيح البخاري : 823)

❁ نبی کریم ﷺ نے ایک ایسے شخص کو، جو نماز صحیح طرح نہیں پڑھ رہا تھا، نماز کا طریقہ بتلایا اور اسے فرمایا:

ثُمَّ ارْفَعْ حَتّٰى تَطْمَئِنَّ جَالِسًا .

''پھر (دوسرے سجدے سے) سر اٹھائیں، اور اطمنان سے بیٹھ جائیں۔''

(صحيح البخاري :6251)

سوال: درج ذیل روایت کی سند کیسی ہے؟

❁ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

لَا غِرَارَ فِي صَلَاةٍ، وَلَا تَسْلِيمٍ .

''نہ نماز میں کمی کی جائے اور نہ سلام میں۔''

(سنن أبي داود : 928، 929)

جواب: سند ضعیف ہے، سفیان ثوری کا عنعنہ ہے۔

سوال: درج ذیل روایت کی سند کیسی ہے؟

❁ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے:

قَالَ أَبُو رَزِينٍ : يَا رَسُولَ اللّٰهِ! إِنَّ طَرِيقِي عَلَى الْمَوْتٰى، فَهَلْ

مِنْ كَلَامٍ أَتَكَلَّمُ بِهِ إِذَا مَرَرْتُ عَلَيْهِمْ ؟ قَالَ : قُلْ : السَّلَامُ عَلَيْكُمْ أَهْلَ الْقُبُورِ مِنَ الْمُسْلِمِينَ وَالْمُؤْمِنِينَ! أَنْتُمْ لَنَا سَلَفٌ، وَنَحْنُ لَكُمْ تَبَعٌ، وَإِنَّا، إِنَّ شَاءَ اللّٰهُ، بِكُمْ لَاحِقُونَ، قَالَ أَبُو رَزِينٍ : يَا رَسُولَ اللّٰهِ ! يَسْمَعُونَ ؟ قَالَ : يَسْمَعُونَ، وَلَكِنْ لَّا يَسْتَطِيعُونَ أَنْ يُّجِيبُوا، قَالَ : يَا أَبَا رَزِينُ! أَلَا تَرْضٰى أَنْ يَرُدَّ عَلَيْكَ بِعَدَدِهِمْ مِّنَ الْمَلَائِكَةِ؟

''سیدنا ابورزین رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا: اللہ کے رسول! میرے راستے میں قبریں آتی ہیں۔ کیا میں ان کے پاس سے گزرتے ہوئے ان سے کوئی بات کرسکتا ہوں؟ فرمایا: یہ کہا کریں:

اَلسَّلَامُ عَلَيْكُمْ أَهْلَ الْقُبُورِ مِنَ الْمُسْلِمِينَ وَالْمُؤْمِنِينَ! أَنْتُمْ لَنَا سَلَفٌ، وَنَحْنُ لَكُمْ تَبَعٌ، وَإِنَّا، إِنَّ شَاءَ اللّٰهُ، بِكُمْ لَاحِقُونَ

(اہل قبرستان میں سے مسلمانو اور مومنو! تم پر سلامتی ہو۔ تم ہمارے پیش رَو ہو اور ہم تمہارے پیچھے آنے والے ہیں، اللہ نے چاہا، تو ہم بھی تمہارے ساتھ آ ملنے والے ہیں)۔ سیدنا ابورزین رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: اللہ کے رسول! کیا وہ سنتے ہیں؟ فرمایا: سنتے تو ہیں، لیکن ان میں جواب دینے کی سکت نہیں۔ پھر فرمایا: اے ابورزین! کیا آپ کو یہ پسند نہیں کہ ان کے بدلے میں اتنے ہی فرشتے آپ کو سلام کا جواب دیں؟''

(الضُّعفاء الكبير للعُقَيلي : 4/19، ت : 1573)

جواب: روایت سخت ضعیف ہے۔

① محمد بن عمار بن عطیہ رازی ''مجہول'' ہے، اس کی توثیق نہیں۔

② نجم بن بشیر بھی ''مجہول'' ہے۔

③ محمد بن اشعث کے بارے میں امام عقیلی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

مَجْهُولُ النَّسَبِ وَالرِّوَايَةِ، وَحَدِيثُهُ غَيْرُ مَحْفُوظٍ .

''اس کا نسب اور روایت مجہول ہے۔ اس کی حدیث غیر محفوظ ہے۔''

(الضُّعفاء الكبير : 18/4)

❀ حافظ ذہبی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

لَا يُعْرَفُ .

''یہ غیر معروف ہے۔''

(ميزان الاعتدال : 486/3، ت : 7248)

سوال: کیا بوقت ضرورت ستونوں کے درمیان صف بنائی جا سکتی ہے؟

جواب: بوقت ضرورت ستونوں کے درمیان صف بنائی جا سکتی ہے،

❀ عبد الحمید بن محمود رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں:

كُنَّا مَعَ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ فِي الصَّفِّ، فَرَمَوْا بِنَا حَتّٰى أُلْقِينَا بَيْنَ السَّوَارِي، فَتَأَخَّرَ، فَلَمَّا صَلّٰى؛ قَالَ : قَدْ كُنَّا نَتَّقِي هٰذَا عَلٰى عَهْدِ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ .

''ہم سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ کے ساتھ صف میں تھے۔ لوگوں نے ہمیں دھکیلا، تو ہم ستونوں کے درمیان چلے گئے۔ آپ رضی اللہ عنہ ستونوں سے پیچھے ہٹ

گئے۔نماز کے بعد فرمایا: رسول اللہ ﷺ کے عہد مبارک میں ہم ستونوں کے درمیان نماز پڑھنے سے بچتے تھے۔''

(مسند أحمد : 104/3؛ سنن أبي داوٗد : 673؛ سنن النّسائي : 820؛ سنن التّرمذي : 229؛ الکبرٰی للبیھقي : 104/3، واللّفظ لهٗ؛ المستدرك للحاکم : 210/1، وسندہٗ حسنٌ)

اسے امام ترمذی رحمہ اللہ نے ''حسن''، امام خزیمہ (۱۵۶۸)، امام ابن حبان (۲۲۱۸) اورامام حاکم (۱/ ۲۱۸) رحمہم اللہ نے ''صحیح'' کہا ہے، حافظ ذہبی رحمہ اللہ نے موافقت کی ہے۔

حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے سند کو ''صحیح'' کہا ہے۔(فتح الباري : 578/1)

❀ سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

لَا تَصُفُّوا بَیْنَ السَّوَارِي . ''ستونوں کے درمیان صف نہ بناؤ۔''

(السّنن الکبرٰی للبیھقي : 104/3، وسندہٗ صحیحٌ)

❀ امام ابن منذر رحمہ اللہ (م:۳۱۹ھ) لکھتے ہیں:

لَوِ اتَّقٰی مُتَّقٍ کَانَ حَسَنًا، وَلَا مَأْثَمَ عِنْدِي عَلٰی فَاعِلِهٖ .

''اجتناب بہتر ہے، لیکن اگر ایسا کرے، تو کوئی گناہ نہیں۔''

(الأوسَط : 184/4)